آزاد تحقیقی وفکری اداروں کی ضرورت

پاک فوج کے سابق سربراہ مرزا اسلم بیگ نے کہا ہے کہ جب ہم عالمی تناظر میں کسی واقعے کے حوالے سے کچھ سمجھنا یا سبق سیکھنا چاہتے ہیں تو ایسے میں ہم اپنی ذات‘ مملکت پاکستان اور عالم اسلام کو الگ الگ نہیں کر سکتے۔ تینوں ایک ہی مرکز کا حصہ ہیں۔ ہمیں تحقیق کے ایسے ادارے قائم کرنے چاہئیں جو حکومت کے تابع نہ ہوں۔ اس امر کا اظہار انہوں نے جنگ کے نئے سلسلے ”کیا سبق سیکھا؟“ میں اس سوال کے جواب میں کیا جس میں ان سے پوچھا گیا تھا کہ ”۱۱ ستمبر کو ہونے والے واقعات اور اس کے بعد دنیا بھر میں بالخصوص افغانستان میں ہونے والے المناک سانحوں سے آپ نے کیا سبق سیکھا؟ اپنی ذات کے لئے‘ مملکت پاکستان کے لئے‘ عالم اسلام کے لیے اور عام انسانیت کے لیے“۔ سابق آرمی چیف مرزا اسلم بیگ نے کہا کہ آج کی جدید اور ترقی یافتہ دنیا کا انتظام ایک سوچ اور منصوبے کے تحت چل رہا ہے۔ گزشتہ صدی کے آخری عشروں میں امریکا نے سوویت یونین کو شکست دے کر اپنی بالادستی قائم کر لی ہے۔ اب ۱۱ ستمبر کے واقعات کو بنیاد بنا کر امریکا افغانستان پر حملہ آور ہو چکا ہے۔ انہوں نے کہ ایسے واقعات سے ہمیں سبق سیکھنے سے پہلے چار مختلف مثالیں سامنے رکھنی چاہئیں: پہلی مثال ان قوموں کی جنہوں نے اپنی سلامتی کی ذمہ داری امریکا کے سپرد کر رکھی ہے جن میں سعودی عرب‘ خلیج اور علاقے کے دوسرے ممالک شامل ہیں۔ ان ممالک نے اپنی بادشاہت اور اپنے عوام کو بچانے کے لیے یہ راستہ اپنایا۔ دوسری مثال مصر اور ترکی کی ہے۔ ان ممالک نے امریکا کی پالیسی کو اپنی پالیسی سے ہم آہنگ کر لیا ہے اور ایسی ہی پالیسی اب پاکستان نے اپنائی ہے۔ اگرچہ پاکستان نے دباؤ میں یہ پالیسی اختیار کی ہے لیکن لگتا ہے کہ اس کی تیاری میں کافی عرصہ لگا ہے۔ تیسری مثال ان ممالک کی ہے جنہوں نے امریکا سے اختلاف کیا ہے۔ ان میں ایران‘ سوڈان‘ لیبیا اور صومالیہ وغیرہ شامل ہیں۔ ان ممالک پر امریکا نے مختلف پابندیاں عائد کر رکھی ہیں۔ چوتھی مثال افغانستان اور طالبان کی ہے جس میں ایران سے زیادہ سخت موقف اختیار کیا گیا یعنی امریکا کی طاقت اور پالیسی کو چیلنج کیا گیا جو نادانی‘ ناواقفیت یا نادانستہ طور پر ہو سکتا ہے تاہم اس پالیسی کے نتیجے میں طالبان کو افغانستان میں شکست ہوئی‘ ان کی حکومت ختم ہوئی۔ اب نئی حکومت نافذ کی جا رہی ہے۔

جنرل اسلم بیگ نے کہا کہ ان چاروں مثالوں میں سے کوئی مثال اچھی مثال نہیں ہے۔ انہوں نے کہا کہ دنیا کے ۵۷ اسلامی ممالک میں ہر کسی کے اپنے مفادات ہیں۔ اس وقت انسانی ضمیر ذاتی مفادات کے تحت دب چکا ہے اس لیے کہیں کوئی جنبش نہیں ہو رہی۔ انہوں نے کہا کہ کسی بھی اسلامی ممالک میں سوچ‘ فکر اور تحقیق نہیں ہو رہی کہ جس کی بنیاد پر وسیع تر قومی مفادات میں کوئی پالیسی بن سکے۔ انہوں نے کہا کہ ۱۱ ستمبر کے بعد کے تمام واقعات سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہم فکر اور تحقیق کریں۔ آج ایسے ادارے قائم کرنے کی ضرورت ہے جو حکومت کے تابع نہ ہوں بلکہ آزاد ہوں کیونکہ آزاد فضاؤں میں ہی صحیح سوچ اور خیالات پرورش پاتے ہیں۔ ایسی سوچ پیدا کرنے کے لیے مستحکم اداروں کو قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ (روزنامہ جنگ لاہور‘ ۶ دسمبر ۲۰۰۱ء)